بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

سیرت حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ

آج سے چودہ سو سال قبل عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے، اور پشتوں کے بگڑے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ وہ جو اپنے خصائل اور عادات میں درندوں اور وحشیوں سے ابتر تھے، اخلاق عالیہ سے یوں مزین ہوئے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ جو ذرہء خاک تھے ثریا بن کر چمکے۔ جو جاہل مطلق تھے، دنیا کے استاد اور معلم بن گئے۔

یہ تبدیلی ان میں اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ اولین و آخرین کے سردار حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے ان کو خدا کی آیات پڑھ کر سنائیں، ان کا تزکیہ کیا اور کتاب اور حکمت کا علم عطا کیا۔

کل برکۃ من محمد ﷺ فتبارک من علّم و تعلّم

رحمت اور برکت کا یہ دور جس میں صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کے مبارک وجودوں سے دنیا نے فیض حاصل کیا تین سو سال تک جاری رہا۔ اس کے بعد تاریکی کا ایک ایسا دور شروع ہوا جس کی ظلمتیں ایک ہزار سال کے عرصہ میں اپنی انتہاء کو پہنچ گئیں۔ اسلام کا صرف نام باقی رہ گیا اور ایمان اس دنیا سے مفقود ہو کر ثریا تک جا پہنچا۔

تب خدا کی رحمت نے پھر جوش مارا اور آخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کی پیشگوئی کے مطابق خدا حکیم و خبیر نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے قادیان کی گمنام بستی میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوۃ والسلام کو مسیح موعود اور مہدی معہود بنا کر مبعوث کیا۔ خدا تعالیٰ نے گمنامی کے ایک عجیب دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خوشخبری دی کہ

I shall give you a large party of Islam.

یعنی میں جان نثار مسلمانوں کا ایک مقدس گروہ تجھے عطا کروں گا۔

نیز فرمایا يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوحِيْ إِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ

یعنی تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کو ہم آسمان سے الہام کریں گے۔

خدا تعالیٰ سے یہ خوشخبریاں پاکر خدا کے اس پیارے اور مقدس وجود نے اس پیغام کو عام کرنا شروع کیا اور نیک فطرت، اور سلیم الطبع لوگوں کو اس الٰہی مشن میں ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی۔ فرمایا:

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشت و خار

اس آواز کا سننا تھا کہ پروانے دور دور سے آکر اس شمع کے گرد جمع ہونے لگے۔ صالحوں، متقیوں اور پاکبازوں کی یہ ایک ایسی جماعت تھی جو سید الاولین والآخرین ﷺ کے عاشق صادق اور غلام کامل مسیح و مہدی سے تربیت پا کر آخرین ہو کر بھی اوّلین میں شامل قرار پائی۔ یہ بعد میں آئے لیکن صحابہ سے جا ملے۔

مسیحِ وقت اب دنیا میں آیا
خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی

فسبحان الذي اخزي الاعادي

ان پاکیزہ اور نیک فطرت لوگوں میں سے ایک پاک وجود حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ یہ وہ پاک طینت اور نیک خصلت وجود تھا کہ جس کی پاکیزہ زندگی کا ہر کردار مسیح محمدی کے دبستان میں آکر اسلامی تعلیمات کے سانچہ میں یوں ڈھل گیا تھا کہ ہر دیکھنے والا اس بات کی گواہی دیتا کہ اگر مجسم اور متشکل صورت میں کوئی فرشتہ ہو سکتا ہے تو وہ شیر علی ہے۔ نیکی کا مجسمہ، تقویٰ و طہارت کا پیکر۔ انتہائی غریب الطبع اور دل کا حلیم۔ اخلاق فاضلہ کہ ایسے بلند معیار پر فائز کہ السلام علیکم کہنے میں سبقت کرنے میں عمر بھر کوئی انہیں شکست نہیں دے سکا۔ جس کی بے نفس خدمات دین کا دور ابتدائے احمدیت سے ہی شروع ہو گیا اور زندگی کی

آخری سانس تک جاری رہا۔

ان تمام صفات کے حامل یہ صوفی منش بزرگ ضلع سرگودھا کے ایک چھوٹے سے گاؤں ادرحمہ میں ۲۴ نومبر ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اسی گاؤں میں اپنے والد بزرگوار حضرت مولوی نظام الدین صاحبؓ سے حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے بڑے بھائی حضرت حافظ عبد العلی صاحبؓ کے ساتھ بھیرہ ہائی سکول میں داخل ہوگئے۔ انٹرینس کا امتحان آپ نے راولپنڈی سے اور بی اے ایف سی کالج لاہور سے پاس کیا۔ اس دور تعلیم میں مختلف امراض کا شکار رہنے کی وجہ سے بہت نحیف الجثہ تھے۔ اور بی اے کے امتحان کے دوران تو آپ کئی دفعہ کمزوری کی وجہ سے لیٹے رہتے اور آپ کے بھائی حضرت حافظ عبد العلی صاحبؓ آپ کو آپ کی کتابیں پڑھ کر سنایا کرتے۔ اسی حالت میں آپ نے اس امتحان کے تمام پرچے مکمل کئے اور جب نتیجہ نکلا تو آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے پنجاب بھر میں ساتویں پوزیشن حاصل کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

سامعین کرام!

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔“ (ازالہ اوہام صفحہ ۲۔۳)

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ لاہور کی اس طالب علمی کے دور میں قادیان تشریف لائے اور خدا کے پیارے مسیح کے ہاتھ سے زندگی کا یہ جام پی کر اَمر ہو گئے۔ آپؑ کی زبان مبارک سے یہ زندگی بخش کلام سنا اور ہمیشہ کے لئے اسی در کے غلام ہوگئے۔ چنانچہ اسی دور کا ایک خوبصورت واقعہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ جبکہ ابھی مولوی صاحب ہنوز لاہور میں طالب علم تھے اور رخصتوں میں کبھی کبھی قادیان آیا کرتے تھے۔ قادیان میں احباب کی مجلس میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ ” معلوم نہیں حضرت صاحب مجھے پہچانتے بھی ہیں یا نہیں“ اتفاق سے اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندر سے تشریف لائے تو حافظ حامد علی صاحبؓ نے عرض کی کہ حضور میں نے آٹا پسوانے جانا ہے میرے ساتھ کوئی آدمی جائے۔ حضور نے مولوی صاحب کا بازو پکڑ کر کہا ’میاں شیر علی کو ساتھ لے جاؤ‘ اس پر مولوی صاحب بہت خوش ہوئے اور

آپ کی مسرّت کی انتہاء نہ رہی۔ بار بار فرماتے کہ حضرت صاحب مجھے پہچانتے بھی ہیں اور میرا نام بھی جانتے ہیں۔
(الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۴۷)

قادیان میں رخصتوں میں تشریف آوری کا یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ۱۸۹۷ء میں حضرت مولوی صاحب بی اے پاس کرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے قادیان تشریف لے آئے اور ایک عاشق صادق کی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہو کر آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ جیسے ہی آپ قادیان تشریف لائے تو چونکہ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے بی اے کے امتحان میں امتیاز کے ساتھ پاس ہوئے تھے تو ایسی نمایاں کامیابی کی وجہ سے آپ کا انتخاب صوبہ میں اعلیٰ سول سروس کے لئے ہو گیا چنانچہ آپ کو قادیان میں ایک چٹھی ملی جس میں آپ کو بطور جج عہدے کی پیشکش کی گئی تھی لیکن آپ چونکہ خدمت اسلام کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں دھونی رمانے کا عزم کر چکے تھے اس لئے فوراً اس چٹھی کو پھاڑ کر پھینک دیا کہ مبادا آپ کے والد صاحب کو علم ہو اور وہ اس عہدے کو قبول کرنے کے لئے اصرار کریں۔ کیسی سچی محبت اور جان نثاری کا نمونہ ہے جو حضرت مولوی صاحب نے عین جوانی کے عالم میں دکھایا کہ ایک بڑے دنیوی عہدے کو محض للہ ٹھکرا کر مسیح و مہدی کے در کے غلام ہو گئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے اس سادہ اور جاں نثار صحابی کے ساتھ بہت شفقت کا سلوک فرمایا۔ اور حضرت مولوی صاحب کے والد صاحب سے جو اس موقع پر ساتھ تھے فرمایا کہ آپ بے شک چلے جائیں ہم خود ان کا خیال رکھیں گے۔ اور حضرت مولانا سے ارشاد فرمایا کہ 'شیر علی دودھ بہت پیا کرو' حضور کا یہ ارشاد آپ نے یوں گرہ سے باندھا کہ بعض اوقات روٹی بھی نہ کھاتے صرف دودھ پی لیا کر لیتے۔ چنانچہ آپ کی صاحبزادی کی روایت ہے کہ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ چوبیس گھنٹے میں سولہ سیر دودھ تک پی لیا کرتے تھے۔ حضورؑ کی توجہ اور دعاؤں سے رفتہ رفتہ صحت بہت اچھی ہو گئی تھی چنانچہ نصف صدی تک آپ کو خدمات دینیہ کی توفیق ملی۔

سامعین کرام! یوں تو حضرت مولوی صاحبؓ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اسلام کی خدمت اور سربلندی کے لئے وقف تھا لیکن خدمات دین کے اعتبار سے آپ کے زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور قادیان آنے کے فوراً بعد کا ہے جب آپ کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا۔ آپ نے اس فریضہ کو اس خوش اسلوبی اور محبت سے سرانجام دیا کہ آپ کے تلامذہ جن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور دیگر بہت سے بزرگان کے نام نامی بھی آتے ہیں آپ سے انتہائی محبت کرتے تھے۔

اس ضمن میں حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب کی ایک روایت کو مختصراً پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ مجھے اول بار حضرت مولوی شیر علی صاحب کی زیارت کا موقع ستمبر ۱۹۰۵ میں نصیب ہوا۔ جب میں سکول کی تعطیلات میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ قادیان حاضر ہوا۔۔۔ ایک دن چوک میں ایک یکّہ کے پہنچنے پر ہر سمت سے مدرسہ کے طلباء جو چوک کے آس پاس کہیں موجود تھے مولوی صاحب، مولوی صاحب پکارتے ہوئے یکہ کے گرد آ جمع ہوئے۔ ان سب کے چہرے خوشی اور شوق سے دمک رہے تھے۔ مجھے محسوس ہوا کہ یکہ میں آنے والے صاحب کوئی ایسے بزرگ ہیں جو ان بچوں کو حد درجہ محبوب ہیں۔۔۔ غرض شوق اور ادب کا ایک دلچسپ مظاہرہ تھا جو میرے دیکھنے میں آیا اور جو اب تک میری نظروں کے سامنے ہے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ آنے والے بزرگ حضرت مولوی شیر علی صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہیڈ ماسٹر ہیں اور یہ طالب علم جو پروانوں کی طرح ان کے گرد جمع ہو گئے ہیں ان کے شاگرد ہیں تو میری حیرت کی انتہاء نہ رہی۔۔۔ محبت اور شوق کا یہ نظارہ جو میں نے دیکھا ایک نہایت غیر معمولی بلکہ ایک نادر تجربہ تھا۔ اسی ایک واقعہ سے حضرت مولوی صاحب مرحوم کے بلند اخلاق اور مدارج تقویٰ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ (سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ صفحہ ۱۲۶)

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جن کو آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا فرماتے ہیں:

'وہ صرف معلّم ہی نہیں تھے بلکہ مربّی اور والدین سے بڑھ کر مربّی۔ اسی تربیت کا میری روح پر اثر ہے کہ میں روزانہ ان کے لئے دعا کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔' (سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ صفحہ ۱۹۹،۱۹۸)

پھر مزید روایت کرتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب ہر ضروری مسئلہ پر اپنا ہاتھ میرے کان کی طرف بڑھاتے اور باریک سی چٹکی لے کر فرماتے یاد رکھنا کہ اس مسئلہ پر شیر علی نے کان کھینچے تھے۔ (ایضاً صفحہ ۱۹۹)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

''حضرت مولوی صاحب کا ہر شاگرد گویا آپ کا عاشق زار تھا کیونکہ ان کے وجود میں طلباء کو نہ صرف ایک قابل ترین استاد مل گیا تھا بلکہ شفیق ترین باپ بھی میسر آ گیا تھا۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ ان کے شاگرد جن میں یہ خاکسار بھی شامل ہے بسا اوقات ان کے ذکر سے قلوب میں رقّت اور آنکھوں میں آنسو محسوس کرتے ہیں۔'' (ایضاً صفحہ ۴)

آپ کی خدمات جلیلہ کا دوسرا دور وہ ہے جب حضرت مولوی صاحب ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر مقرر

ہوئے۔ اس وقت آپ کے قلم سے ایسے عظیم الشان مضامین نکلے جو سلسلہ کے لٹریچر میں ایک خاص شان رکھتے ہیں۔ یہ ٹھوس اور عالمانہ مضامین اس قدر بلند پایہ تھے کہ غیر بھی آپ کے علمی مقام کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ کا مضمون 'مہدی آخر الزمان' ۱۹۰۸ء میں پانچ شماروں میں شائع ہوا۔ ۱۹۰۹اور ۱۹۱۰ء کے پرچوں میں بالاقساط شائع ہونے والے مضمون 'اشاعت اسلام' کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ امرتسر کی ایک مشہور فرم 'وکیل بک ایجنسی' نے اسے کتابی شکل میں وسیع پیمانے پر شائع کیا۔ یہ مضمون ریویو کے قریباً ۳۲۰صفحات پر پھیلا ہوا تھا۔

آپ کا اس دور کا ایک اور عظیم الشان علمی کارنامہ چرچ مشن سوسائٹی کے ایک پادری کی اسلام کے خلاف شائع کردہ کتاب 'ینابیع الاسلام' کا جواب ہے۔ اس کتاب کو ولیم میور نے پادری فینڈر کی کتاب میزان الحق کے پایہ کی کتاب قرار دیا اور خود اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کیا۔ حضرت مولوی صاحب نے ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۱ء کے ریویو کے پرچوں میں اس کتاب کا ایسا تحقیقی اور مدلّل جواب دیا کہ اس کے تمام تاروپود بکھیر کر رکھ دیے۔ اسی طرح اسلام میں ارتداد کی سزا کے موضوع پر آپ کی معرکۃ الآرا تصنیف آپ کی علمی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ (الفضل ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء)

پھر مختلف ادوار سے گزرتی ہوئی آپ کی زندگی اس منزل تک آپہنچی جہاں آپ کے سپرد وہ کام کیا گیا جس سے آپ کو طبعی مناسبت تھی یعنی قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ اور اس کی تفسیر کا کام۔ جسے آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک نہایت خوبی، تندہی، دلی جوش اور محبت کے ساتھ کرتے رہے۔ ترجمہ کے اس کام کے سلسلے میں ایک طرف تو آپ خدا کے آستانے پر گر کر نہایت لجاجت سے خدا سے استعانت طلب کرتے تو دوسری طرف اپنی تمام علمی اور ذہنی طاقتوں کو بروئے کار لاتے۔

چنانچہ ایک دوست جن کو ۱۹۳۹ء میں کچھ دن حضرت مولوی صاحب کے ساتھ ترجمۃ القرآن انگریزی کے دفتر میں خدمت کرنے کا موقع ملا بیان کرتے ہیں کہ "آپ ترجمۃ القرآن کا کام شروع کرنے سے بیشتر وضو کرتے اس کے بعد اس کثرت سے تسبیح، استغفار اور دعا کرتے تھے کہ میں یہ منظر دیکھ کر حیران رہ جاتا اور سوچتا کہ آپ اتنی لمبی دعاؤں کے ساتھ اس عظیم الشان کام کو کس طرح ختم کر سکیں گے۔" (سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب ؓ صفحہ ۲۴۹،۲۵۰)

اسی طرح ایک اور دوست جن کو ترجمۃ القرآن کے دفتر میں کچھ عرصہ ٹائپنگ کا موقع ملا انہوں نے بتایا

کہ جب ٹائپ کرنے کے لئے حضرت مولوی صاحب کے تحریر کردہ کاغذات ان کو دئے جاتے تو انہیں یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوتی کہ ان نوشتہ کاغذات میں انگریزی تحریر کے معاً بعد قریباً پورا ایک ایک صفحہ یا کبھی اس سے بھی زیادہ بالعموم استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ لکھا ہوتا۔ اور اس کے فوراً بعد انگریزی کی تحریر شروع ہو جاتی۔ (ایضاً صفحہ ۲۲۱)

گویا جب بھی اس مقدس کام میں کوئی مشکل پیش آتی تو زبانی اور تحریری استغفار شروع کر کے خدا کے حضور ہمہ تن التجابن جاتے۔ اور پھر جب وہ مشکل دور ہو جاتی تو دوبارہ تحریر کا کام شروع کر دیتے۔ ترجمۃ القرآن کے اس کام کے سلسلے میں آپ کو ۱۹۳۶ء میں انگلستان بھی بھجوایا گیا جہاں آپ تین سال یہ کام سرانجام دیتے رہے۔ پھر جنگ کے خطرہ کی وجہ سے آپ حسب ارشاد واپس تشریف لے آئے اور بالآخر قادیان واپس آکر اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

آپ کی اس بے نظیر خدمت پر اس سے بڑا خراج تحسین کیا ہو سکتا ہے کہ خود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دیباچہ تفسیر القرآن کے آخر میں ' شکریہ واعتراف ' کے عنوان کے تحت تحریر فرمایا:

"میں اس دیباچہ کے آخر میں مولوی شیر علی صاحبؓ کی ان بے نظیر خدمات کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے باوجود صحت کی خرابی کے قرآن کریم کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے متعلق کی ہیں۔"

آپ کی عزیز ترین خواہش تھی کہ ترجمہ کا یہ کام آپ کی زندگی میں ختم ہو جائے۔ چنانچہ جیسے ہی یہ کام ختم ہوا تو قادیان سے ہجرت کا سانحہ پیش آگیا۔ خدا کے پیارے مسیح کی وہ مقدس بستی جس کی محبت میں آپ نے عین جوانی میں بڑی بڑی ملازمتوں کو بھی ٹھکرا دیا تھا اس کی جدائی آپ کے لئے بہت بڑا صدمہ تھی۔ ہجرت کے معاً بعد ہی آپ شدید بیمار ہو گئے اور کمزوری شدت اختیار کرتی گئی۔ اور بالآخر ۱۳ نومبر ۱۹۴۷ء کے دن مسیح موعودؑ کا یہ جلیل القدر روحانی فرزند اور قرآن کا عاشق لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے پیارے الفاظ کا ورد کرتے ہوئے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جلسہ سالانہ ۱۹۴۷ کے موقع پر آپ کی وفات کا ذکر نہایت افسوس کے ساتھ کرتے ہوئے فرمایا:

"میں سمجھتا ہوں انہیں قادیان سے نکلنے کا جو صدمہ پہنچا تھا اس کو وہ برداشت نہیں کر سکے۔" (انوار العلوم جلد ۱۹۔ صفحہ ۳۷۱)

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دنیا سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اُس عالم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اسے چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا۔“ (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۴)

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا وجود وہ مبارک وجود تھا جن کی نیک فطرت کو اس عالم کا حصہ عطا کیا جاتا ہے۔ اور جنہوں نے خدا کے پیارے مسیح کو قبول کر کے اس خدا سے پیوند کر لیا جس نے مسیح موعود کو مبعوث کیا تھا۔ اور اس چراغ کی روشنی سے وافر حصہ پایا جو مسیح موعودؑ کے ہاتھ میں دیا گیا تھا۔

خدا کی محبت آپ کے رگ وپے میں اس طرح سرائیت کئے ہوئے تھی کہ ہر وقت آپ کی زبان ذکر الٰہی سے تر رہتی۔ ہر دیکھنے والا اس بات کی گواہی دیتا نظر آتا ہے کہ آپ کے چہرے پر عشق الٰہی کا نور برستا تھا۔ اور یہی تو اولیاء اللہ کی نشانی ہوتی ہے۔ ’عشق الٰہی وسّے منہ تے ولیاں ایہہ نشانی‘

اس ضمن میں محترم ملک غلام فرید صاحب کی ایک روایت اختصار سے پیش کرتا ہوں۔

’حضرت مولوی صاحب کے کیریکٹر میں سب سے بلند مقام آپ کے زہد و تعبد کو حاصل تھا۔ قادیان کے مرد عورتیں اور بچے سب آپکی عبادت گزاری سے واقف تھے۔۔۔(وہ بیان کرتے ہیں کہ) ۱۹۴۷ء کے آغاز میں ہم تفسیر القرآن انگریزی کے کام کے سلسلے میں احمدیہ ہوسٹل لاہور میں مقیم تھے اور ہمیں پروفوں کے پڑھنے میں بعض دفعہ چودہ پندرہ گھنٹے متواتر کام کرنا پڑتا تھا۔ میرا تو تھکان سے یہ حال ہو جاتا کہ بعض اوقات عشاء کی نماز سے پہلے ہی میری آنکھ لگ جاتی اور پھر بارہ بجے اور ایک بجے رات اٹھ کر میں نماز عشاء پڑھتا۔ ان دنوں جب میں رات کے کسی بھی حصہ میں اٹھا میں نے حضرت مولوی صاحب کو ہوسٹل کی مسجد میں مصروف عبادت دیکھا۔ حضرت مولوی صاحب مجھ سے عمر میں ۲۳، ۲۲ سال بڑے تھے لیکن اس پیرانہ سالی میں بھی وہ جوان ہمت تھے۔ اور عبادت گزاری میں تو جوان بھی ان کا کہاں مقابلہ کر سکتے تھے۔۔۔(وہ بیان کرتے ہیں اور یہ جملہ سننے کے لائق ہے کیونکہ یہ ایک ایسے قریبی ساتھی کی گواہی ہے جنہیں حضرت مولوی صاحب کے ساتھ لمبا عرصہ کام کرنے کا موقع ملا) اگر میں لکھوں کہ حضرت مولوی صاحب کی ساری زندگی ایک مستقل سجدہ تھی تو یہ

بے جانہ ہو گا۔(سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ صفحہ ۴۸)

آپ کی نمازوں کی خوبصورتی اور حسن کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

"پھر حضرت مولوی شیر علی صاحب تھے ۔۔سادہ سیدھے مزاج کے انسان، فرشتہ صورت، فرشتہ سیرت، کم گو اور جہاں تک نماز کا تعلق ہے بہت مختصر نماز پڑھاتے۔ لیکن اپنی نماز کا یہ حال تھا کہ بعض دفعہ میں نے دیکھا ہے ساتھ کھڑے ہو کر سنتیں بھی پڑھیں وتر بھی پڑھے اور حضرت مولوی صاحب ابھی پہلی رکعت میں ہی کھڑے ہیں۔ اور ان کے رکوع سے پہلے میں اپنی ساری نماز ختم کر لیا کرتا تھا۔ اور آپکے ہلکے ہلکے پڑھنے کی آوازیں کانوں میں آیا کرتی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ اکثر وہ اھدنا الصراط المستقیم پر اس طرح اٹک جاتے جس طرح ریکارڈ کی سوئی اٹک جائے۔ اتنا پڑھتے تھے اتنا پڑھتے تھے کہ گویا ابھی دل کی تسکین نہیں ہوئی۔ اے اللہ میں صراط مستقیم مانگ رہا ہوں۔ صراط مستقیم مانگ رہا ہوں کہتے چلے جاتے تھے۔" (جلسہ سالانہ ماریشس سے خطاب ۲۰ دسمبر ۱۹۹۳ء بحوالہ نجم الھدیٰ صفحہ ۸)

حضرت مولوی صاحب کی شب بیداری، فرائض اور نوافل میں اپنے مولا کے حضور آہ وزاری اور ان میں انقطاع الی اللہ کی مکمل کیفیت۔ یہ وہ نظارے تھے جو قادیان میں رہنے والے ہر بڑے چھوٹے کے مشاہدے میں تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ آپ ہر روز اپنے محبوب آقا کی یاد میں مسجد مبارک کے اس حصہ میں چاشت کے نوافل ادا کرنے کے لئے تشریف لے جاتے جہاں حضرت مسیح موعودؑ نماز ادا کیا کرتے تھے۔(نجم الھدیٰ صفحہ ۱۶)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں۔

"حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحوم میں میں نے جو رنگ للٰہیت کا دیکھا اور جس قسم کی بے نفسی ان کے وجود میں پائی جاتی تھی وہ دوسری جگہ بہت کم نظر آتی ہے۔ دعاؤں میں انتہائی شغف، عبادات میں ایسی لذت کہ گویا روح ہر وقت آستانہ الٰہی کی طرف شوق سے جھکی جاتی ہے۔۔۔ اس سوز اور درد کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے کہ جیسے ایک ہنڈیا چولھے پر ابل رہی ہو۔ اگر مجھ سے کوئی شخص حضرت مولوی صاحبؓ کے متعلق یہ پوچھے کہ ان کی سب سے نمایاں صفت کیا تھی تو میں یہی کہوں گا کہ دعاؤں اور عبادات میں شغف۔"(سیرت صفحہ ۳،۲)

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاک وجود سے آپ کی محبت اور عشق آپ کی سیرت کا ایک اور تابناک باب ہے۔ آپ کے دل میں عشق و محبت کا ایک چشمہ ابل رہا تھا اور اخلاص و وفا کا ایک سمندر

آپ کے سینے میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا یہ جان نثار غلام سو سو جان سے آپ پر قربان ہوتا اور آپ کی خدمت کے ہر موقع کو سعادت عظمیٰ سمجھتا۔ چنانچہ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایسی عاشقانہ محبت تھی کہ جب دوسرے گریجوایٹ اور صاحب حیثیت لوگ حضورؑ کی آمد پر بیٹھے رہتے، مولوی شیر علی صاحب عشق و محبت سے معمور دل کے ساتھ آگے بڑھ کر حضور کا جوتا اٹھا لیتے اور نماز سے فراغت کے بعد جب حضور رخصت ہونے لگتے تو حضور کو جوتا پہنانے میں ایک سرور کی کیفیت محسوس کرتے۔ (سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ صفحہ ۲۹۴)

اسی طرح کی ایک اور ایمان افروز روایت حضرت سید مختار شاہجہانپوری صاحبؓ کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں حضرت مولوی صاحبؓ تشریف لائے۔ ”آپ عموماً اخیر میں آکر جوتوں کے پاس ہی بیٹھ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ وہیں بیٹھے جہاں آپؑ کی گرگابی پڑی تھی۔ جلدی سے آپ نے اپنا عمامہ اتارا جو دودھ کی طرح سفید تھا اور نہایت محبت سے اس کے پلّو سے حضور کے جوتوں کی گرد صاف کرنے لگے۔ صاف کرنے کا انداز بتا رہا تھا کہ آپ انتہائی ذوق و شوق اور محبت کے بھرپور جذبے سے اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔“ (ایضاً صفحہ ۱۵۵)

یہ عشق و وفا کا کیسا عجیب اور منفرد انداز ہے اور کتنا گہرا ادراک ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عالی مقام کا کہ یہ نیک فطرت نوجوان مہدی دوراں کے جوتے اپنے عمامے سے صاف کرنا عین سعادت جانتا ہے اور مسیح موعود کے مقدس دامن سے وابستگی کو ایسا اعزاز سمجھتا ہے کہ جس کے سامنے دنیا کی بادشاہتیں ہیچ ہوں۔ حضرت اقدسؑ کی وفات کے بعد آپ کے مبارک دور کی یاد میں اکثر بے قرار ہو جاتے۔

ایک دفعہ ایک دیکھنے والے نے آپ کو مسجد اقصیٰ کے ایک ستون کا سہارا لئے اشکبار حالت میں دیکھا۔ یو ں معلوم ہوتا تھا کہ کسی گہرے درد سے آنسوؤں کی لڑی بہہ نکلی ہے۔ دیکھنے والا خاموش رہا۔ اگلے دن حضرت مولوی صاحب نے اپنے رونے کی وجہ یوں بتائی کہ ”ایک دفعہ میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اسی ستون کے ساتھ ٹیک لگائے دیکھا تھا۔ مجھے اس زمانے کی یاد نے تڑپا دیا اور ضبط نہ کر سکا اس لئے آبدیدہ ہو گیا۔“ (ایضاً صفحہ ۱۳۳)

جب ہم اس قسم کی بے غرض محبت کے نظارے دیکھتے ہیں تو ہمارا دل اس یقین سے بھر جاتا ہے کہ خدا

تعالیٰ نے جو وعدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا تھا کہ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي کہ میں تیری محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالوں گا وہ بڑی شان کے ساتھ پورا ہوا اور خدا نے ایسے جان نثار اور فدائی وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عطا کئے تھے جو مہدی دوراں کے قدموں میں گزارے ہوئے چند لمحات کے بالمقابل دنیا کی بڑی سے بڑی چیز کو ایک مچھر کے برابر بھی اہمیت نہ دیتے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جب خدا تعالیٰ کے فضل سے قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا تو آپ نے خلفاء وقت کی محبت اور اطاعت کا وہ نمونہ دکھایا کہ جو ہم سب کے لئے قابل تقلید ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک دوست نے اپنی ایک پریشانی میں آپ کو دعا کے لئے خط لکھا۔ آپ نے جواب دیتے ہوئے ان کو تسلی بھی دی لیکن ساتھ یہ نصیحت بھی لکھ کر بھیجی "آئندہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا کریں۔ مجھے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہم لوگ انہی کے فیض یافتہ ہیں۔" (ایضاً صفحہ ۳۰۰)

آپ اپنی تمام تر نیکی، تقویٰ اور علمی قابلیت کے باوجود خلیفہ وقت کی رائے کے بالمقابل اپنے خیالات کو کوئی وقعت نہ دیتے۔ اور جو بات امام وقت کی زبان مبارک سے نکلتی اسی کو درست جانتے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ نے محترم چوہدری شبیر احمد صاحب سے فرمایا: "ہمارے نزدیک تو وہی تفسیر یا مطالب قابل قبول ہونگے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی تفسیر سے مطابقت رکھتے ہونگے۔" (ایضاً صفحہ ۱۳۵)

ایک مرتبہ حضرت حافظ روشن علی صاحب نے آپ سے ایک اردو محاورہ کے درست یا غلط ہونے کے متعلق استفسار کیا۔ اس محاورہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنی ایک تحریر میں استعمال فرما چکے تھے۔ آپ نے بے ساختہ جواب دیا: "جب حضرت صاحب نے یہ محاورہ استعمال کیا ہے تو اگر اردو میں اس سے قبل نہ بھی بولا جاتا ہو تو بھی اب یہ محاورہ بن گیا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۱۳۶)

آپ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر مکمل عبور رکھتے تھے اور بہترین انشاء پرداز تھے اور یقیناً آپ اس محاورہ کے استعمال پر ٹھوس بحث کر سکتے تھے لیکن آپ کا جواب امام وقت کی اطاعت اور محبت کا جو مثالی رنگ لئے ہوئے ہے اس کی نظیر تلاش کرنا مشکل ہے۔

اسی طرح خلفائے کرام کا بھی آپ سے انتہائی پیار اور اعتماد کا تعلق تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب کبھی قادیان سے باہر تشریف لے جاتے تو مرکزی مقامی امیر آپ کو ہی مقرر فرماتے۔ ۱۹۲۴ء کے سفر یورپ

کے دوران بھی حضور نے آپ کو ہی ہندوستان کا امیر مقرر کیا تھا۔جب مجلس انصاراللہ کا آغاز ہوا تو آپ ہی کو اس کا پہلا صدر مقرر کیا گیا۔لیکن آپ اپنی تمام تر دینی اور دنیوی وجاہت کے باوجود اپنے لباس، رفتار و گفتار اور طور طریق میں انتہائی سادہ تھے۔عاجزی، انکساری اور غرباء پروری آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔آپ کی بے پناہ سادگی کے بیان میں ایک دلچسپ واقعہ یوں ملتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دور میں دو انگریز افسر قادیان آئے۔ جب وہ راستے میں تھے تو ان کی ملاقات حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ سے ہوئی۔جو نہایت سادہ، دیہاتی لباس میں ملبوس اپنی بھینس چرا رہے تھے۔انہوں نے آپ سے پوچھا کہ ہمیں ریویو کے ایڈیٹر سے ملنا ہے وہ کہاں ملیں گے۔آپ نے فرمایا کہ چلیں میں آپ کو ان کے مکان پر لے جاتا ہوں۔انہیں اپنی بیٹھک میں بٹھا کر فرمایا آپ تشریف رکھیں میں انہیں بلاتا ہوں۔ حضرت مولوی صاحبؓ کا مقصد تھا کہ ان کی تواضع کا انتظام کر کے ان سے تعارف کریں گے۔لیکن انہوں نے فوراً کہا کہ ہمیں تو انہی کے گھر لے چلیں۔اس پر حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا کہ ریویو کا ایڈیٹر تو میں ہی ہوں۔وہ دونوں یہ سن کر بہت حیران ہوئے اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا کہ ہم تو سمجھے تھے کہ اس رسالہ کا ایڈیٹر کوئی انگریز ہو گا۔(ایضاً صفحہ ۱۹۰)

آپ کی عاجزی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ ایک دعوت ولیمہ میں تشریف لے گئے جہاں منتظمین آنے والے مہمانوں کو ان کے مرتبہ کی مناسبت سے نشستوں پر بٹھا رہے تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے یہ بات دیکھی تو منتظمین کو خبر ہونے سے بہت قبل تیزی سے گزر کر دارالشیوخ کے مساکین کے ساتھ جا کر تشریف فرما ہو گئے۔گویا معززین کی نشستوں کو چھوڑ کر غرباء اور مساکین کے ساتھ بیٹھنے کو ترجیح دی(ایضاً صفحہ ۱۹۱)

سامعین کرام!ایسا کیوں نہ ہوتا۔یہ پیارے بزرگ تو اس برگزیدہ رسول ﷺ سے فیض یافتہ تھے جس نے دنیا کی وجاہتوں سے منہ پھیر کر الفقر فخری کا علم بلند کیا تھا۔

آپ کے متعلق تو ویسے بھی یہی روایت ملتی ہے کہ انتہائی عاجزی سے مجلس کی جوتیوں میں بھی بیٹھ جایا کرتے۔ایک مرتبہ آپ کے ایک عزیز نے جو کہ ابھی صرف نو دس سال کے تھے آپ سے پوچھا کہ چاچا جی! لوگ تے اگے ودھ ودھ کے بیندھے ہن۔تسی کیوں جتیاں وچ بیندھے او؟یعنی چچا جان لوگ تو آگے بڑھ بڑھ کر اپنی جگہ تلاش کرتے ہیں۔آپ کیوں جوتیوں میں بیٹھتے ہیں۔اس پر حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا:”بچّو میں تے جتیاں وچ ہی کھٹیا اے“ یعنی بیٹا میں نے تو جوتوں میں ہی رہ کر سب کچھ حاصل کیا ہے۔(ایضاً صفحہ ۱۹۵)

سبحان اللہ! اپنے پیارے آقا کی نصیحت کو آپ نے کیسے پلے سے باندھ لیا تھا کہ

تکبر سے نہیں ملتا وہ دلدار
ملے جو خاک سے اسکو ملے یار
پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلّل ہے رہِ درگاہِ باری

عاجزی اور انکساری کے ساتھ ساتھ مخلوق خدا کی ہمدردی اور غرباپروری بھی آپ کی سیرت کا ایک نمایاں وصف تھا۔ خدا نے آپ کو ایک ایسا دل عطا کیا تھا جو غرباء کی امداد اور ان کی ضروریات کی فراہمی میں روحانی حظ اٹھاتا تھا۔ آپ کے اس وصف کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جہاں آپ نے اپنے گھر کی دودھ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دو تین بھینسیں رکھی ہوئی تھیں وہاں ایک گائے صرف غرباء کے بچوں کے لئے رکھی ہوئی تھی تا کہ ان کو خالص گائے کا دودھ مہیا کیا جا سکے۔ (سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ صفحہ ۳۵)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

''مولوی صاحبؓ کی روحانیت حقیقتاً ایک نہایت ہی ارفع اور بلند مقام کی روحانیت تھی جسے ایک طرف خدا تعالیٰ کے ساتھ انتہائی اتصال حاصل تھا اور دوسری طرف مخلوق خدا کی ہمدردی اس کا جزو اعظم تھی۔'' (ایضاً صفحہ ۳)

پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی تو انفلو ئنزا کی وباء پھیل گئی۔ آپ کے اپنے گھر میں آپ کی بارہ سالہ صاحبزادی اور آپ کے سوا سب صاحب فراش تھے۔ آپ نے اپنی صاحبزادی کو ارشاد فرمایا کہ تم دودھ دوہنا سیکھو، چنانچہ انہوں نے یہ کام سیکھ لیا۔ وہ آپ کے ارشاد کے مطابق دودھ کو جوش دے کر آپ کے سپرد کرتیں اور آپ دودھ غرباء کے گھروں میں لے جا کر تقسیم کرتے۔ (ایضاً صفحہ ۳۵) اس کے علاوہ غرباء کے گھروں میں جا کر انہیں بڑی محبت سے بلاتے کہ میں نے ٹیکے منگوائے ہیں اور ڈاکٹر کو بھی بلایا ہے۔ آپ لوگ آ کر ٹیکے لگوا لیں۔ اور اس طرح کئی لوگوں نے اس مشکل وقت میں آپ کی اس بے لوث خدمت سے فائدہ اٹھایا۔ (ایضاً صفحہ ۲۳۲)

ایک روز سخت سردی کے ایام میں نماز فجر کے لئے تشریف لائے تو اٹلی کا بنا ہوا ایک نیا اور نفیس کمبل

زیب تن کیا ہوا تھا۔ جب نماز ادا کر کے مسجد سے باہر نکلے تو ایک مسافر نے عرض کی کہ میں ایک غریب مسافر ہوں میرے پاس تن ڈھانکنے کے لئے کوئی کپڑا نہیں۔ مجھ پر للہ رحم کریں۔ تو آپ نے فوراً وہ کمبل اتار کر اسے پہنا دیا اور خود اس شدید سردی میں بغیر کمبل کے ہی گھر تشریف لے گئے۔ (ایضاً صفحہ ۲۷۸)

سامعین کرام!

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقدس وجود روحانی اعتبار سے اس پتھر کی مانند تھا جس کو چھونے والی ہر چیز سونا بن جاتی ہے۔ آپؑ کے حلقہ ارادت میں جو بھی شامل ہوا اس کی دنیا ہی بدل گئی۔ ان شامل ہونے والوں نے حضور کی قوت قدسی کی برکت سے مدارج تقویٰ میں یوں ترقی کی کہ آخرین ہو کر اوّلین میں شامل قرار پائے اور آسمان روحانیت پر ستاروں کی مانند چمکے۔ یہ وہ پاک وجود تھے جنہوں نے بیعت کے بعد اپنے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا کیں کہ جن کے نمونے ہمیں صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کے اصحاب میں نظر آتے ہیں۔ ایسے مطہّر اور مزکّٰی نفوس عالیہ میں سے ایک حضرت مولوی شیر علی صاحب تھے۔ آپ کا دل محبت الٰہی کے پاک جذبات سے سرشار تھا۔ آپ کے تقویٰ و طہارت، تعلق باللہ، زہد و تعبد، علم و فضل اور ہمدردی خلائق کی وجہ سے آپ کے چہرہ پر نور اور معصومیت یو ں مرتسم تھی ہر دیکھنے والے کی زبان سے آپ کے لئے فرشتہ کا لفظ جاری ہو جاتا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے ایک مبارک کشف میں ایک فرشتہ دیکھا جس کا نام شیر علی تھا۔ صحابہؓ کے اس پاک گروہ کی سیرت کے واقعات کا جمع کرنا اور بیان کرنا جس نیک مقصد اور نیّت کو لئے ہوئے ہے اس کو بیان کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

''یہ تمام واقعات تاریخ میں اس لئے محفوظ کئے گئے ہیں کہ ہمیں توجہ دلاتے رہیں کہ تمہارے بزرگ اپنی اصلاح نفس کرتے رہے ہیں۔ اور اس طرح انہوں نے یہ معیار حاصل کئے ہیں۔ یا بیعت میں آنے کے بعد محبت و اخلاص کے یا وفا کے یہ معیار وہ دکھاتے رہے ہیں۔ تم بھی اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو اپنے ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلو تا کہ یہ آخرین کے اخلاص و وفا کا زمانہ تا قیامت چلتا رہے۔ اور انشاء اللہ یہ چلتا رہنا ہے کیونکہ اسی مسیح محمدی کے ذریعہ اسلام کی شان و شوکت کو قائم رکھنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پس کہیں ہمارے اپنے عمل اس برکت سے ہمیں محروم نہ کر دیں، بے

فیض نہ کردیں۔(خطبہ جمعہ ۱۳ جنوری ۲۰۰۶ء۔ خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ ۳۶)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی روح پر اپنے بے شمار فضل اور رحمت کی بارش برسائے اور ہم سب کو آپ کی نیک صفات کا وارث بنائے۔ ہم ہمیشہ حضور ایدہ اللہ کی اس خواہش کے مطابق اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں، اور کبھی بھی ہمارے اپنے اعمال ہم کو اس فیض سے محروم نہ کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہؓ کے پاک وجودوں سے دنیا میں جاری ہوا۔ آمین